بے لاگ احتساب سیرت طیبہؐ کی روشنی میں

پروفیسر ڈاکٹر اشرف شاہین قیصرانی ☆

احتساب کا مفہوم

زیادہ تر سیاسی مفکرین کی رائے میں "احتساب" کا مفہوم " امر بالمعروف و نھی عن المنکر" کے مترادف ہے(۱) لیکن آج ہمارے یہاں "احتساب" سے مراد یہ لیا جارہا ہے کہ جو لوگ، مالی بد عنوانیوں، کے مرتکب ہوئے ہیں ان سے قوم کا پیسہ واپس لیا جائے اور انہیں عدالت کے روبرو پیش کر کے مناسب زادلوائی جائے بظاہر ان دونوں میں تناقص نظر آتا ہے- لیکن در حقیقت بات ایک ہی ہے کیونکہ "قرآنی اصطلاح کے مطابق "معروف" میں صرف نماز وروزہ قسم کی عبادات ہی داخل نہیں ہیں بلحہ یہ لفظ مزدور اجتماع کی جملہ ضرورتوں اور فائدہ پہنچانے والی تمام چیزوں کو شامل ہے- اسی طرح منکر میں صرف مشہور قسم کے بڑے کام ہی داخل نہیں ہیں بلحہ اس میں ہر ضرر رساں چیز اور انسانی ضرورتوں سے گریز و فرار کی راہ بھی داخل ہے"-(۲)

سیرت طیبہ اور بے لاگ احتساب

سیرت طیبہ کی روشنی میں "بے لاگ احتساب کا مطالعہ کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے معاشرے میں تعلیم و تربیت، تزکیہ نفس، اخلاقی اقدار کے استحکام اور عدل و انصاف کے نظام کو جس طرح نافذ کیا تھا ان کی بدولت احتساب یا مواخذہ کا موقعہ کم ہی آتا تھا اولاً تو صحابہ کرام میں خوفِ خدا، خوفِ آخرت، پاکیزگی نفس اور اخلاقی اقدار ہی اِس قدر مستحکم تھے کہ وہ کبھی اِسلامی تعلیمات سے انحراف کرتے ہی نہ تھے اور اگر کسی سے کوئی غلطی سرزد ہو بھی جاتی تو ضمیر کی خلش ہی اُنہیں چین نہ لینے دیتی اور وہ خود آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر سزا یا معافی کے طلبگار ہوتے -(۳) اور اگر کبھی ایسا موقع آہی جاتا کہ یہ سارے ہتھیار کند ہو جاتے تو عدل وانصاف کا تازیانہ ایسا تھا جو اپنے پیرائے میں کوئی امتیاز روانہ رکھتا تھا- فاطمہ مخزومی پر حد جاری کرنے کا واقعہ عدل وانصاف کی بلاامتیاز فراہمی کا بہترین نمونہ ہے(۴) مگر افسوس کہ ہم نے آنحضرت ﷺ کا یہ ارشادِ گرامی

فراموش کر دیا ہے کہ

" تم سے پہلی قومیں اسی لیے تباہ ہوئیں کہ ان میں اگر کوئی بڑا آدمی جرم کرتا تھا تو اسکو چھوڑ دیتے تھے اگر اگر وہی جرم کوئی غریب اور کم درجے کا آدمی کرتا تو اسکو سزا دیتے تھے-" (۵)

اور آج ہماری بد قسمتی یہی ہے کہ ہم نے پچاس باون سال کے عرصے میں " بڑے آدمیوں" کو کوئی سزا نہیں دی- نتیجتاً آج ہر طرف سے " بے لاگ احتساب" کی صدائے بازگشت سنائی دے رہی ہے- نہ ہی ہم نے اپنے معاشرے کا نظام تعلیم و تربیت، اخلاقی اقدار اور نظامِ عدل و انصاف اُن بنیادوں پر استوار کیا ہے- جس کا درس ہمیں ختمی مرتبت حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے دیا تھا-

سیرتِ طیبہ کی روشنی میں "احتساب" کے ذرائع دو قسم کے ہیں-

۱) احتساب کے اخلاقی ذرائع-

۲) احتساب کے قانونی ذرائع -

۱) احتساب کے اخلاقی ذرائع

احتساب کے اخلاقی ذرائع سے مراد وہ اخلاقی اقدار اور عقائد ہیں جو جن کے ذریعے فرد اپنا احتساب خود کرتا ہے- اِن میں سرِ فہرست خوفِ خدا اور خوفِ آخرت ہیں- مولانا مودودی لکھتے ہیں-

"انسان کا انفرادی رویہ اور انسانی گروہوں کا اجتماعی رویہ کبھی اس وقت تک درست نہیں ہوتا جب تک یہ شعور اور یقین انسانی سیرت کی بنیاد میں پیوست نہ ہو کہ ہم کو خدا کے سامنے اپنے اعمال کا جواب دینا ہے-" (۶)

اِس ضمن میں جب ہم عہدِ نبوی ﷺ کے اِسلامی معاشرے پہر نظر ڈالتے ہیں تو واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ عقائد اور اخلاقیات سے لوگوں کے قلوب و اذہان ہی کو بدل ڈالا تھا- ایک شخص گناہ کرنے کے بعد خود اپنے آپ کو حضور ﷺ کے سامنے پیش کر دیتا ہے اور آپؐ سے یوں مخاطب ہوتا ہے کہ یا رسولؐ اللہ "مجھے پاک کر دیجئے میں نے گناہ کا ارتکاب کیا ہے-" ایک دوسرے موقع پر ایک خاتون اِسی طرح اپنے آپ کو پیش کر کے سزا کی طلبگار ہوتی ہیں-

یہ سب کچھ عقائد اور اخلاقیات ہی تھے جنھوں نے صحرائے عرب کے شتربانوں کو دنیا کا امام بنادیا- فلپ کے ہٹی نے لکھا ہے کہ " پیغمبر ﷺ کی صفات نے صحرائے عرب کو ایک ایسی نرسری میں تبدیل کر دیا

ہے جو تعداد اور کردار دونوں لحاظ سے بے مثال تھی - جرات، صبر و تحمل، ہمسایوں کے حقوق و فرائض کی ادائیگی، مروت و مردانگی، جود و سخا اور مہمان نوازی، عورتوں کا احترام اور عہد و پیمان کی پاسداری میں وہ اپنی مثال آپ تھے -" (۷)

عقائد و اخلاقیات کے ساتھ ساتھ اِس فکری انقلاب کے پس پردہ ایک اور احتسابی قوت بھی تھی جسے "امر بالمعروف اور نہی عن المنکر" کے نام سے قرآن اِس طرح اُمت مسلمہ کا فریضہ بتاتا ہے کہ

" تم وہ بہترین اُمت ہو جسے انسانوں کی ہدایت اور اصلاح کیلئے میدان میں لایا گیا ہے - تم نیکی کا حکم دیتے ہو، بدی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو -" (۸)

اور اس کا کم از کم معیار یہ بتلایا گیا کہ

" تم میں سے کچھ لوگ تو ایسے ضرور ہی ہونے چاہئیں جو نیکی طرف بلائیں، بھلائی کا حکم دیں اور برائیوں سے روکتے رہیں -" (۹)

یعنی اگرچہ "امر بالمعروف اور نہی عن المنکر" پوری اُمت مسلمہ کا فرض ہے - لیکن اگر کچھ لوگ دیگر ضروری امور مثلاً سیاست و حکومت، جہاد، عدالت تعلیم وغیرہ جیسے معاملات میں مصروف ہوں تو کم از ایک گروہ ایسا ضرور ہو جس کا کام صِرف امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہو -

آنحضرت ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ **الا کلّکمه راع و کلّکم مسئول عن رعیته** (۱۰)

" خوب غور سے سن لو ہر شخص تم میں راعی ہے اور ہر شخص سے اسکی رعیت کے بارے میں باز پرس ہو گی "-

کلامِ عرب میں راعی کے معنی ہیں "**حفظ الغیر المصلحته**" (۱۱) "دوسرے کی حفاظت اُسکی مصلحت کے مطابق کرنا" پس لازم ہے کہ ہر فرد اپنی رعایا کی نگہبانی دینی اور دنیاوی دونوں قسم کی مصلحتوں کو مدّ نظر رکھ کر کرے -

اِس اصول کے مطابق اگر ہر شخص اپنی ذّمہ داری کو محسوس کرے تو عدالتی اور قانونی احتساب کی ضرورت ہی پیش نہ آئے - لیکن جب یہ ذمہّ داری پسِ پشت چلی جاتی ہے تو اللہ کی طرف سے عذاب نازل ہونا شروع ہو جاتے ہیں - **ظهر الفساد فی البر والبحر بما کسبت ایدی الناس لیذیقهم بعض الذی عملوا لعلهم یرجعون** (سورہ ۳۰ آیت ۴۱)(۱۲)

" چمکی خرابی خشکی اور تری میں ان برائیوں سے جو لوگوں کے ہاتھوں نے کمائیں
تاکہ انھیں بعض کو ان کے عمل کا مزہ چکھائیں تاکہ وہ باز آجائیں-"
اس ذات کی قسم جن کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے تم لوگ ضرور نیکی کا حکم
دو گے اور ضرور برائی سے روکو گے ورنہ اللہ تعالیٰ تم پر اپنا عذاب بھیجے گا پھر تم دعائیں
کرو گے لیکن وہ قبول نہیں ہو گی- (۱۳)

آج ہم جس صورت حال سے دوچار ہیں وہ دراصل اِسی بات کی غماض ہے کہ ہم میں نہ خوفِ خدا ہے نہ خوفِ آخرت، نہ اخلاقی اقدار کی پاسداری ہے، نہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا احساس ذمہ داری - ہم دعائیں مانگتے ہیں لیکن مقبولیت کی کوئی صورت نظر نہیں آتی-

مولانا مودودی لکھتے ہیں-

" (دور نبوی میں) اس ریاست کے قواعد میں سے آخری قاعدہ جو اِس کو صحیح راستہ
پر قائم رکھنے کا ضامن تھا- یہ تھا کہ مسلم معاشرے کے ہر فرد کا نہ صِرف یہ حق
ہے بلکہ یہ اُس کا فرض بھی ہے کہ کلمہ حق کہے، نیکی اور بھلائی کی حمایت کرے اور
معاشرے یا مملکت میں جہاں بھی غلط اور ناروا کام ہوتے نظر آئیں ان کو روکنے میں
اپنی اِمکانی حد تک پوری کوشش صرف کردے-(۱۴)

یا ایّھا الّذین امنواکو نواقوّ امین بالقسط شھداء للہ و لو علیٰ
انفسکم اوالوالدین والاقربین -(۱۵)

" اے ایمان والو انصاف پر قائم رہو اور خدا کیلئے سچی گواہی دو خواہ (اس میں) تمہارا
یا تمہارے ماں باپ اور رشتہ داروں کا نقصان ہی ہو-"

یہ آیت دراصل "بے لاگ عدل" سے متعلق ہے-

لیکن میرے نزدیک "بے لاگ عدل" بے لاگ احتساب " ہے- احتساب کی نوبت اُسوقت ہی آتی ہے جب عدل نہیں رہتا یا عدل میں تاخیر کی جاتی ہے اِسلامی مفکرین نے محکمہ احتساب کے قیام کا ذکر بھی اِسی لیے کیا ہے کہ کِسی کو ظلم نہ کرنے دیا جائے اور جو ظلم کا مرتکب ہو اُسے عدل کے تقاضوں کے مطابق سزا دی جاسکے تاکہ شریعت اسلامی کے تقاضے پورے ہو سکیں-

مراجع، مصادر وحواشی

۱) تفصیلات کیلئے دیکھئے الماوردی کی " الاحکام السلطانیہ " ابن تیمہ کی " الحسبہ فی الاسلام " اور علامہ عبدالحیٔ کی " **التراتیب الادارية** " -

۲) محمد تقی امینی (مولانا) احکام شرعیہ میں حالات وزمانہ کی رعایات ص ۵۸ الفیصل ناشران وتاجران کتب لاہور -

۳) حضرت ماعز بن مالک اسلمی اور بی بی غامدیہ کا خود سزا کا طلبگار ہونا نیز انصاری صحابی کا قبہ گرا کر معافی کا طلبگار ہونا ایسے واقعات ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اس عہد میں خوف خدا اور خوف آخرت کا کیا عالم تھا -

حضرت ماعز اور بی بی غائدہ کا واقعہ مولانا مودودی نے تفہیم القرآن کی سورۂ نور کی آیت نمبر ۲ کی تفسیر میں تفصیلا بیان کیا ہے - جبکہ انصاری صحابی کا اپنے مکان کا قبہ گرانے کا واقعہ کتب احادیث میں مذکور ہے -

۴) صحیح بخاری ابو عبدالللہ محمد بن اسمعیل بخاری قاہرہ طبعۃ السلفیہ ۱۳۵۲ھ (کتاب الحدود)

۵) ابوالاعلیٰ مودودی (سر) تفہیم القرآن لاہور مکتبہ تعمیر انسانیت ۱۹۸۲ء تفسیر سورۂ یونس آیت نمبر ۷-۸ -

۶) فلپ کے، ہٹی دی ہسٹری آف عربز (انگریزی) لندن، ۱۹۴۰ء -

۷) القرآن ۳ : ۱۱۰ (**كنتم خيرامة** (آل عمران)

۸) القرآن ۳ : ۱۰۴ (**ولتكن منكم امة** (آل عمران)

۹) صحیح بخاری (**كتب الامارة والقضا**) قاہرہ محولہ بالا -

۱۰) القرآن ۳۰ : ۴۱، (الروم)

۱۱) ابوالاعلیٰ مودودی، اسلامی ریاست میں لاہور مکتبہ تعمیر انسانیت ۱۹۷۴ء ص نمبر ۴۱۴ -

۱۲) القرآن سورہ (۳۰ آیت ۴۱) -